

دوام حدیث

حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی

اسباحفظ حیش



حضرت ابو ہریرہ نے ایک بار اپنے حافظہ کی شکایت کی کہ میرا حافظہ کمزور ہے آپ نے فرمایا اچھا میں پڑھتا ہوں تو اپنا کپڑا بچھاؤ جب آپ پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا اس کو اپنے سینے کے ساتھ لگا لو حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میرا حافظہ آتنا قوی ہو گیا کہ میں کسی حدیث کو نہیں بھولتا حضرت ابو ہریرہ کے حافظہ کا قوی ہونا اصحاب کے ہاں بھی ایک مشہور و معروف امر تھا جیسا کہ — فتح الباری میں ہے تبلیغ کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جیسے ہوتا رہا اسی طرح خلفاء راشدین کے زمانے میں اس پر عمل رہا کیونکہ اس وقت مسائل کے معلوم کرنے کے لیے قرآن کے بعد سنت نبوی کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا اور سب صحابہ بالاتفاق یہی روش رکھتے تھے۔

میمون بن مہران کہتے ہیں جب حضرت ابو بکر صدیق کے پاس کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو پہلے کتا اللہ میں دیکھتے اگر حکم مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اگر کتا ب اللہ میں نہ پاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ان کو علم ہوتا تو آپ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر آنحضرت کے فیصلہ کا ان کو علم نہ ہوتا تو مسلمانوں سے پوچھتے کہ ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ اگر کسی شخص کو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہو تو بتائے۔ بعض وقت ایسا اتفاق ہوتا کہ ایک جماعت ساری کی ساری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرتی تو ابو بکر صدیق فرماتے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے ہم میں حدیث یاد رکھنے والے پیدا کیے۔ اگر حدیث نہ ملتی تو سب لوگوں کے مشورے سے فیصلہ کرتے۔

لے بخاری

قاضی شریح کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے میری طرف لکھا۔ اگر کوئی حکم کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کر۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دیکھ کر اس پر فیصلہ کر۔ اگر کتاب سنت میں نہ ہو تو اجماع کے موافق فیصلہ کر۔ اگر کتاب و سنت اور اجماع میں حکم نہ ملے تو پھر تم کو اختیار ہے خواہ اجتہاد سے فیصلہ کر دیا خاموش رہو۔ میرے خیال میں تمہاری خاموشی بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ہم پر ایک وقت ایسا آیا کہ ہم فیصلہ نہیں کرتے تھے اور نہ یہ ہمارا مقام تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس مقام پر لاکھڑا کیا ہے۔ پس یاد رکھو جس کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو وہ کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی اتباع کرے۔ اگر کتاب اور سنت میں فیصلہ نہ ملے تو پہلے نیک لوگوں کے فیصلے پر عمل کرے۔ یہ نہ کہے مجھے ڈر ہے اور یہ بھی نہ کہے کہ میری رائے ہے۔ کیونکہ حرام و حلال کھل چکے ہیں۔ ان کے درمیان کچھ باتیں شبہہ والی ہیں شک والی بات کو چھوڑ کر ایسی بات اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے جب کوئی سوال ہوتا، اگر قرآن میں ہوتا تو بتا دیتے۔ اگر قرآن میں نہ ہوتا تو سنت کے فیصلہ کو لیتے۔ اگر قرآن و سنت میں نہ پانے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فیصلہ کے مطابق حکم کرتے۔ اگر وہاں بھی نہ ملتا تو اپنی رائے سے کہہ دیتے (یہ سب آثار حجۃ اللہ البالغہ میں سچوالہ داری مذکور ہیں) جب حدیث کی تبلیغ کی یہ حالت ہو اور اس کے حفظ اور تکرار کی یہ نوعیت ہو تو پھر کیسے ممکن ہے کہ لوگوں کو جو حدیث سنی ہو قبول جائے۔

چوتھوں وجہ جس کی بنا پر احادیث یاد رہتی تھیں۔ مدارس کا قیام ہے۔

جب کسی فن کے لیے مدارس قائم کیے جائیں اس کی نشر و اشاعت کا انتظام کیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس فن کے مسائل محفوظ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بہت سے قابل لوگ اس فن کے حاصل اور تحقیق کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ احادیث کے سننے اور سنانے کا انتظام تو ان حضرات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی شروع ہو گیا تھا اور احادیث کے سننے اور سنانے کے لیے حلقہ ہائے درس قائم ہو چکے تھے۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں تشریف لائے۔ مسجد میں دو مجلسیں تھیں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا، دونوں نیک کام میں مشغول ہیں مگر ایک مجلس دوسری مجلس سے افضل

ہے۔ اس مجلس والے اللہ سے دعا کرنے میں مشغول ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی دعا قبول کرے۔ اگر چاہے نہ کرے مگر اس مجلس والے فقہ اور علم پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہیں۔ یہ افضل ہیں اور میں بھی مطمئن بنا کر بھیجا گیا ہوں یہ کہ کہ مجلس علم میں بیٹھ گئے۔

یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زیادہ وسیع ہو گیا۔ ان درسی حلقوں کا ایک اور فائدہ یہ تھا کہ ایک دوسرے سے واقف ہو جاتے اور پڑھنے پڑھانے اور تبحر سے مسائل سے پوری واقفیت حاصل کر لیتے جب کوئی مسئلہ ایک حلقہ درس سے نہ ملتا۔ تو دوسرے حلقہ درس سے لے لیتے۔ یہاں تک کہ لوگ ان درسوں کے خاص خاص مسائل سے واقف ہو گئے۔ اب اس بات کا خطرہ نہیں رہا تھا کہ کوئی شخص ایک جھوٹی بات ان درس گاہوں کے اساتذہ یا متعلمین کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دہی میں کامیاب ہو جاتا۔ یعنی اسکی بات علماء کے حلقوں میں تسلیم کر لی جاتی۔ یہ ممکن ہے کہ جو نزدیک لوگ مسلمانوں کو خراب کرنے کے لیے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اپنے جال میں عوام کو پھانسنے میں کامیاب ہو جاتیں مگر ان کا بدل و فریب عوام کے ایک طبقہ سے آگے نہ بڑھتا۔ خواص خصوصاً علمی طبقہ میں اس کا کچھ اثر نہ ہوتا۔ علم کے ماہر موجود تھے جو اس اثر کو مٹانے میں لگے رہتے تھے۔ یہ لوگ نہ قرآن کے الفاظ میں رد و بدل کر سکے۔ نہ قرآن کے بیان اور اس کے مفہوم و تفسیر یعنی حدیث میں اس طرح کچھ داخل کر سکے کہ علمی حلقے اس سے متاثر ہوں جیسے آج کل بھی بہت سے اہلس علم کا چوغہ اڑدھ کر عوام الناس کے ہکانے ان سے اپنی بزرگی تسلیم کرانے اور ان کو بھڑکانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر اس سے ماہرینہ حدیث متاثر نہیں ہوتے۔ بہت سے بزرگ نما ٹھگ اس وقت بھی موجود ہیں جو قرآن کو محرف مانتے ہیں اور اپنے معتقدین میں کفر کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں ضلع شیخوپورہ میں ایک پیر کھلانے والے ہیں۔ ایک شخص کا نواح اس کی رضاعی بن سے کر دیا ہے۔ ایک عالم نے جب منع کیا تو اس کو خوب پٹوایا اور اس کی ڈاڑھی بھی منڈوا دی۔ وہ آج کل ماخوذ ہے۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا یہ مسئلہ دین میں داخل ہو گیا ہے۔ یا علمی حلقوں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ کیونکہ دین اس طرح محفوظ ہو گیا ہے کہ وہ اس قسم کی باتوں سے بدل نہیں سکتا۔ اسی طرح درسی انتظام نے اس وقت کے مجالوں کی کارروائی کو طامیث کر دیا۔ اگرچہ ان لوگوں نے بہت کوشش

کی اور اپنے ساتھ آدمی ملائے اور بڑے بڑے علماء کی بے عزتی کرنے کے لئے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر دین میں رد و بدل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

پانچواں سبب جس کی وجہ سے حدیثیں یاد رہیں اور دین تبدیلی سے محفوظ رہا۔ وہ تحریرات ہیں جو سرور کائنات نے لکھائیں اور وہ صحیفے ہیں جو صحابہ کرام نے قلم بند کیے اور وہ کتابیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ بس ان تحریرات، کتابوں اور صحیفوں کے ہونے ہوئے کیے لیکن تھا کہ حدیثیں یاد نہ رہیں یا دین میں رد و بدل ہو سکے۔ کیونکہ یہ سلسلہ بعد میں نزق کرتا گیا صحابہ نے تو قریب قریب وہی حدیثیں لکھیں یا لکھوائیں جو خود سنی عقیدے مگر تابعین نے اپنے اپنے شہر کی تمام صحابہ سے حدیثیں لیں اور لکھیں مسلمانوں میں چونکہ حج کرنے کا رواج شروع میں ہی پیدا ہو چکا تھا اور حج کے بعد مدینہ کی طرف بھی سلسلہ آمد و رفت کا جاری رہتا تھا۔ اس بنا پر بھی اسلامی حکومت کے تمام علماء ایک دوسرے سے مستفید ہوتے تھے۔ آہستہ آہستہ علمی خدمت کے لیے سفر کا شوق زیادہ بڑھ گیا۔ علم کے لیے سفر کرنے کی ابتداء صحابہ کے زمانہ میں ہی شروع ہو گئی تھی۔ مگر بعد میں اس میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی کہ تمام صحابہ کے مرویات کو محفوظ کر لیا گیا۔ اس طرح پہلے مجموعے سارے کے سارے پچھلے مجموعوں میں آ گئے اور تمام احادیث آہستہ آہستہ قلم بند ہو گئیں۔

اگرچہ علماء اس وقت ان تمام حدیثوں کو لکھا جو آنحضرت کی طرف منسوب تھیں مگر اس لیے نہیں کہ ان کو صحیح سمجھتے تھے بلکہ اس لیے کہ ان میں سے جو غلط ہیں یا بنائی گئی ہیں۔ ان پر نشان لگا کر امت کو ان سے آگاہ کریں اور صحیح حدیثیں جو عمل کے لیے ہیں ان کو الگ کر دیں تاکہ عوام بلا ٹکٹے ان پر عمل کر سکیں۔

چھٹا سبب جس سے حدیثیں یاد رہیں اور دین رد و بدل سے محفوظ ہو گیا، ائمہ اجتہاد کی کوشش تھی۔ اجتہاد کا کام اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شروع ہو گیا تھا مگر بعد میں اس کے لیے باقاعدہ درس کا یہیں قائم ہو گئیں۔ فقہاء صحابہ کے اجتہاد نے دین کی بنیاد رکھی۔ تابعین کے زمانہ میں خاص مدینہ میں فقہاء سبعہ کے نام سے ایک نامور گروہ تھا جن کے پاس فقہاء صحابہ کے قادی اور علوم تھے۔ انہی کے علوم و قادی پر امام مالک نے فقہ کو لکھا اور انہی کے اقوال پر اجتہاد کی بنیاد استوار کی۔ اسی طرح دارالاسلام کے ہر شہر میں تابعین فقہاء رہے جاتے ہیں جو صحابہ کے شاگرد تھے۔

جیسا کہ امام ماکہ نے مدینہ منورہ میں یہ کام کیا۔ اسی نہج پر امام ابو حنیفہؒ نے کوفہ میں یہ کام کیا۔ امام سفیانؒ نے مکہ میں۔ اوزاعیؒ نے شام میں۔ اسی طرح اس وقت کے دوسرے ائمہ نے یہ کام کیا کہ فقہاء صحابہؓ اور فقہاء تابعینؒ کے فتاویٰ اور اقوال پر دین کی بنیاد رکھی۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ اجماعی مسائل تو پہلے ہی محفوظ ہو چکے تھے۔ اب ان کے دلائل میں رد و بدل کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ صرف مسائل اختلافیہ باقی رہ جاتے ہیں۔ ان کے متعلق غلط استنباط اور خیالی رجحانات کی بنا پر دین میں رد و بدل کی گنجائش تھی مگر جب فقہ کی بنیاد صحابہ و تابعین کے اقوال پر رکھی گئی تو یہ گنجائش بھی جاتی رہی۔ کیونکہ صحابہ و تابعین نے مسائل کو نیک نیتی سے حل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب صرف ترجیح کا سوال باقی رہ جاتا ہے اس کے لیے مجتہدین اور محدثین نے مل کر اتنا مواد جمع کر دیا ہے کہ ایک عالم کے لیے کسی مسئلہ میں حق معلوم کرنا کوئی مشکل نہیں جیسے حدیثیں ہر مسئلہ میں شمار کر لی گئی تھیں۔ اسی طرح ہر مسئلہ میں صحابہ و تابعین کے اقوال بھی ضبط کر لیے گئے تھے۔

بعض مسائل میں جو ائمہ اجتہاد کا اختلاف ہے

اس کی یہ وجہ نہیں کہ کسی دشمن دین نے کوئی بات بنائی ہے بلکہ اس کی اصل وجہ (جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے کہا ہے) چند امور ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ عدم علم۔ ایک مجتہد کو سنت کا علم ہے اور دوسرے کو نہیں۔ اس وجہ سے اس نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں خطا کی

۲۔ ایک مجتہد کو حدیث تو پہنچی مگر اس کو صحت کا یقین نہ ہوا کیونکہ اس کو روایت کی پوری واقفیت نہیں ہوئی اور دوسرے مجتہد کو واقفیت ہو گئی۔ پہلے نے اجتہاد کیا اور دوسرے نے حدیث پر عمل کیا۔ اس وجہ سے دونوں میں اختلاف ہو گیا۔

۳۔ حدیث تو دونوں کو پہنچی مگر ایک کو حدیث یا درہی اور دوسرا مبہول گیا۔ اس وجہ سے اس نے قیاس پر عمل کیا۔

۴۔ حکم کی علت میں دونوں مجتہدوں نے مختلف پہلو اختیار کیے ایک نے ایک شے کو علت سمجھا، دوسرے نے دوسری شے کو

۵۔ دو حدیثوں کی تطبیق میں دونوں مجتہدوں نے اختلاف کیا۔

اور مذکورہ بالا باتیں اس قسم کی ہیں کہ انسانی کمزوری کی وجہ سے ان کا پیدا ہونا ناگزیر امر ہے۔ مگر یہ اختلاف اس وقت تک مضر نہیں جب تک ایک دوسرے کو معذور سمجھا جائے اور ان دو سکولوں (مدنی، کوئی) کا یہی حال تھا کہ وہ ایک دوسرے کو حق پر سمجھنے اور اختلاف میں معذور قرار دیتے تھے۔ اپنی اپنی روش پر دونوں مسلک ترقی کرتے رہے اور اصول فقہ کے مسائل کو انتہا تک پہنچا۔ فرضی مسائل (جو پیش ہونے والے تھے) کے جوابات دے کر فقہ کو مکمل کر دیا۔ اور دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں کو ختم کر دیا۔ کیونکہ ائمہ اجتہاد کی کوشش سے ایک حد تک اصول و فروع کی شکل متعین ہو گئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو مسائل ان سکولوں کے اتفاقی ہیں۔ ان میں بحث و تفتیش کی زیادہ ضرورت نہیں۔ ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ وہ مسائل شک و شبہ سے بالا ہیں۔ باقی سب وہ مسائل جن میں امت کا اختلاف ہے اور ائمہ اجتہاد کی رائیں الگ الگ ہیں۔ ان میں حق معلوم کرنے کے لیے اصول فقہ کے قواعد، محدثین کی کتابیں اور ان کے بیان کردہ قواعد ہماری راہ نمائی کے لیے بہت مفید اور نکتہ کار آمد ہیں۔ ان کی مدایات کے مطابق اگر ہم کوشش کریں تو ہمارے لیے حق کو پالینا کوئی مشکل نہیں۔ اسی بنا پر ہم چار مذاہب کو ایک کر سکتے ہیں۔ پس جب ہمارے لیے کتاب و سنت، ائمہ اجتہاد اور محدثین کی کوششوں سے دین کا ڈھانچہ متعین ہو چکا ہے تو اب اس میں رد و بدل کیسے ہو سکتا ہے۔ اب اس میں رد و بدل کی صرف یہی صورت ہے کہ یا تو لوگوں کو بالکل مذہب سے برگشتہ کر کے دہرے بنا دیا جائے یا اپنی غلط روش کو کتاب و سنت کا جامہ پہنایا جاوے۔ جہاں سنت ان کا سامعہ نہ دے قرآن کا واسطہ دے کر اس سے انکار کی صورت نکال لی جائے اور قرآن حسب منشا موڑ توڑ کر بنا لیا جائے۔ جب تک لوگ ہماری بیان کردہ روش کو اختیار کرنے میں مستعدی سے کام لیں گے، گمراہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ دین کے بدلنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ مسائل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اجماعی۔ دوم اختلافی۔ اجماعی مسائل میں تو مذکورہ بالا روش اختیار کرنے کے بعد بحث کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور اختلافی مسائل میں ترجیح کے لیے قواعد مقرر ہو چکے ہیں۔ ان قواعد پر کسی مسئلہ کی ترجیح دینے سے کوئی نئی بات نہیں بنتی۔ پس جب تک اختلافی مسائل کرنے کے لیے جو مبادی متعین ہو چکے ہیں (یعنی احادیث صحیحہ اور اصول فقہ) ان پر پوری بصیرت رکھنے والے موجود ہیں کسی دھال کا دخل نہیں مل سکتا اور مذاہب بھی قریب قریب دوسری صدی

میں متعین ہو چکے ہیں اور اصول فقہ بھی علماء کی پے در پے کوششوں سے مکمل ہو چکا ہے اور صحیح حدیثیں جو امت کے لیے دستور العمل کا کام دیتی ہیں، بالاجماع متعین ہو چکی ہیں۔ اب ان احادیث میں رد و بدل کی کوئی صورت نہیں۔

اسی بنا پر وہ داعیہ جس کی وجہ سے لوگ نئی نئی حدیثیں بناتے تھے ”بنا کر نیا فقہ کھڑا کیا جائے یا اپنا وقار قائم کیا جائے“ ختم ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے لوگ وضعی حدیثیں نقل تو کرتے رہے ہیں مگر بناتے نہیں رہے۔

احادیث صحیحہ کے بالاجماع متعین ہو جانے کے ساتھ دین کا محفوظ ہونا تو ظاہر ہے مگر اصول فقہ کی تکمیل سے دین کا رد و بدل سے محفوظ رہنا قابل غور ہے۔ اس لیے آئندہ اس کے شائق ذرا تفصیل سے بحث کی جاتی ہے۔

کتاب الوسیلة

تالیف امام ابن تیمیہ

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آرا تصنیف جس نے لاتعداد جھگڑے ہوئے لوگوں کے لیے زائہ نفعی اور راہبری کا کام دیا۔ وہ کتاب جس کے اب تک دنیا کی متعدد زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ برصغیر میں جس کی پہلی اشاعت پر غلط فہم کیا اور نام نہاد پیروں اور دین فروشوں کے سنگھاسن ڈولنے لگے۔ حقائق و معارف کا دل چسپ مجموعہ۔ نئے پیریں، نئے اسلوب اور اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ ۲۰×۲۶ سائز صفحات ۲۶۰۔ سفید کاغذ۔ مضبوط جلد۔ خوبصورت گرد پوش قیمت ۱۰ روپے

ادارہ ترجمان السنہ، ایک روڈ انارکلی لاہور